ملا شاہ بدخشانی

پروفیسر محمد شفیع صاحب صدر شعبہ فارسی امر سنگھ کالج سرینگر

کشمیر قدیم زمانے سے عرفاء و صوفیاء کا گہوارہ رہا ہے تواریخ کشمیر پر نظر دوڑا کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سرزمین کشمیر صوفی منش حضرات کے لئے ہمیشہ سازگار ثابت ہوئی ہے۔ اور یہ وادی زاہدوں اور پرہیزگاروں کے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کے لئے نہایت موزوں جگہ واقع ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ارضِ پاک نے نہ صرف خود بکثرت رشیوں منیوں، صوفیوں اور سنتوں کو جنم دیا ہے بلکہ دنیا کے دوسرے کئی حصوں سے ہر دور اور ہر زمانے میں سالکان طریقت اور رہ نوردانِ جادۂ حقیقت یہاں کھنچے چلے آئے ہیں۔ اور یہاں مولا طلبی اور ایزد پرستی میں مصروف و مشغول ہوئے ہیں چنانچہ اسی مناسبت سے یہ خطہ کشمیری زبان میں "پیرہ واری" یعنی مسکن فقراء کہلاتا ہے اور اس حسین وادی کے والہ و شیدائی بادشاہ سلیم جہانگیر نے بجا طور پر اس کو خلوت کدہ فقراء کا نام دیا ہے۔

کشمیر میں خلوت گزین ان ہی صوفیاء کرام میں ملا شاہ بدخشانی بھی ایک ممتاز و معتقد صوفی ہے جنہوں نے دور شاہجہانی میں کشمیر کو باقاعدہ اپنا مسکن بنایا تھا۔ آپ کا

اصلی نام شاہ محمد، کنیت اخوند، اور لقب لسان اللہ تھا، آپ عالم و فاضل تھے، شاعر بھی تھے۔ اور شاہ تخلص کرتے تھے کبھی کبھار تخلص کے طور پر ملا شاہ بھی لکھتے تھے۔ والہ داغستانی لکھتے ہیں "اگرچہ گاہے ملا شاہ نیز تخلص می فرماید لیکن اکثر و اغلب شاہ تخلص می کردہ[1] خود اپنے نام، ولدیت اور جائے ولادت کے بارے میں فرماتے ہیں :-

"این اسم بی مسمائیعنی شاہ محمد بن عبد محمد متولد در ارکسا از قریہای ارستاق شہرہ آفاق[2]" اس زمانے میں رستاق علاقہ بدخشاں کا ایک ضلع تھا آپ کی والدہ بی بی خاتون بھی آپکے والد کی طرح متقی اور پرہیز گار تھیں چنانچہ اپنے والدین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ہست در نام مادرم خاتون	عصمتش حکمت وز افلاطون ،
یکے معصومہ و آں دگر معصوم ،	یکے مخدومہ و آں دگر مخدوم ،
دست ہر دو دراز در عفت ،	ہر دو سر فراز در خدمت ،
گرد ہر دو گہی نگشتہ ریا ،	کہ یکے شرم و دیگرست حیا ،

جیسا کہ خود ملا شاہ کے کلام سے ظاہر ہے کہ آپ کا تولد شب جمعہ کو ہوا جبکہ اسی رات شب قدر بھی تھی اور دوسرے دن روز نوروز تھا۔

در شب جمعہ شد تولد من	آں تولد ببرس از خود من ،
ہم شب جمعہ بود ہم شب قدر	آں شبے زاد صدر را آں بدر

---

[1] ریاض الشعراء نسخہ خطی سری نگر ذکر ملا شاہ [2] کلیات مولانا شاہ نسخہ خطی رامپور در دیباچہ) نیز ملاحظہ ہو علمائے ہند کا شاندار ماضی از سید محمد میاں صاحب (ذکر ملا شاہ بدخشانی) دیکھو لیکن خمسہ ملا شاہ نسخہ خطی مملوکہ ڈاکٹر ولی الحق انصاری لکھنؤ میں آپ کے والد عبد محمد کا نام عبد احمد درج ہے: "پدرم عبد احمد است بنام" [3] خمسہ ملا شاہ نسخہ خطی مملوکہ ولی الحق صاحب انصاری لکھنؤ۔

اتفاق کی بات یہ کہ ان کے والدین کا نکاح بھی شبِ جمعہ جو شبِ قدر بھی تھی ہوا اور دوسرے دن روزِ نوروز تھا۔

آں شبے شد نکاح صدر و بدر، ہم شبِ جمعہ بود و ہم شبِ قدر،
روزِ نوروز شد صباح وی، آفتابی کشید سر پس وی،

ملا شاہ بچپن سے ہی محبوبِ حقیقی کے عشق میں سرشار تھے۔ مکتب ہو یا بازیگاہ، آپ کے دل و دماغ میں تصورِ جاناں کے بغیر کچھ نہیں تھا۔

حرفِ گفتن الہم چو کرد آغاز، نام محبوب سر کشید آواز،
نام محبوب و حرف من بسنگر، لبِ شیر مگذر از شکر،
داشتم گر ببازی انبازی، من و پنہاں بدوست جانبازی
پدرم چوں بمکتبم بنشاند، آتشِ عشق در تنم بنشاند
ہمہ گویند خانۂ مکتب، بمن آتشکدہ بروز و شب
ہمہ اطفال را سری بکتاب، من بہ گلخن نشستہ مرغ کباب،

بہرحال والدین کی زندگی میں ہی تحصیلِ علوم میں مشغول ہوئے اور علومِ رسمی اور فنونِ عقلی و نقلی کا اکتساب[1] کیا لیکن روز بروز دردِ طلب بڑھتا گیا۔ چنانچہ اس لازوال دولت و سلطنت کی جستجو میں تارکِ وطن ہو کر شہر شہر آوارہ پھرتے رہے اور ہر جگہ مرشدِ کامل کی تلاش میں گوشہ گیروں کی صحبت اختیار کی یہاں تک کہ کابل پہنچے۔ یہاں سے ایک تاجر کی معیت میں ہندوستان ۱۰۲۳ھ میں آئے[2] اور شہر لاہور میں حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوئے تین یا چار مہینے ان کے آستانہ پر جبہ سائی کی۔ اس عرصے کے دوران سوائے درشتی اور بے تفقدی کے حضرت شیخ سے کچھ ملاحظہ نہ

---

[1] عملِ صالح پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۶۰ء صفحہ ۳۶۲ نیز ملاحظہ ہو مرآۃ الخیال صفحہ ۱۲۷ وغیرہ
[2] ایضاً۔

ہوا۔ آخر ان کا کرم بجوش آیا اور ان کی نظر عنایت سے مشرف ہوئے ارشاد ہوا کہ دریا پر جاکے اپنے کپڑے دھوکر آئیں۔ ملا شاہ نے حکم کی تعمیل کی دریا پر جاکر ایک شخص کو پانی میں دیکھا جس نے ملا شاہ کے کپڑوں کو دھونے کی خواہش ظاہر کی، واپسی پر حضرت شیخ کی زبانی ملا شاہ کو معلوم ہوا کہ یہ شخص حضرت خضر تھے۔ الغرض حضرت میاں میر نے ملا شاہ کی تربیت کی طرف توجہ فرمائی اور آپ بھی ریاضت شاقہ میں مستعد رہے اور مختصر زمانے میں آپ نے مراتب سلوک طے کرنے میں عروج پایا۔ چند تذکروں کی رو سے آپ اپنے مرشد کامل حضرت میاں میر کی وفات ۱۰۴۵ھ کے بعد کشمیر تشریف لے گئے[1] لیکن بقول محمد صالح کنبوہ، عبدالحمید لاہوری، بختاور خاں خواجہ سرا وغیرہ مرشد نے ہی آپ کو کشمیر جانے کا اشارہ فرمایا[2] اور آپ نے کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ آپ گرمیوں میں کشمیر اور سردیوں میں لاہور میں قیام فرماتے تھے، اور راقم الحروف کی رائے میں یہی صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے مرشد کے اشارے سے ہی کشمیر تشریف لائے اور کچھ مدت تک وہ تابستان میں کشمیر میں اور سرما میں لاہور میں رہتے تھے، کیونکہ بخلاف مرآۃ الخیال و ریاض الشعراء وغیرہ ملا شاہ کے ہمعصر تذکرے و تاریخ مثلاً آئینہ بخت، بادشاہ نامہ عبدالحمید لاہوری

---

[1] مرآۃ الخیال ص۱۲۰، ریاض الشعراء نسخہ خطی ریسرچ لائبریری سرینگر ۲۸۸، منتخب اللطائف ص۳۳ وغیرہ۔ [2] ملاحظہ عمل صالح ص ۳۴۶ آئینہ بخت قلمی ذکر ملا شاہ، بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم ص ۳۳۳ وغیرہ، لیکن مولانا سید محمد میاں مؤلف علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۳۵۴ کے بقول ملا شاہ صغر سنی میں وطن کو ترک کرکے کشمیر آگئے تین سال یہاں قیام کرنے کے بعد ہندوستان چلے گئے پہلے آگرہ گئے وہاں سے میاں میر کی ملاقات کے لئے لاہور چلے گئے، جہاں ان کے حلقہ مریدی میں داخل ہوگئے۔

عمل صالح وغیرہ متفقہ طور پر یہی لکھتے ہیں۔ عبدالحمید لاہوری ملاشاہ کے حالات کے ضمن میں رقمطراز ہیں: "چندے پیش از انتقال آں رہنمائی سر گشتگان وادی طلب زمستان بلاہور و تابستان بکشمیر میگذارند پس از آں بموجب اشارۂ پیر در نزہت آباد کشمیر رحل اقامت انداخت و ازاں باز در آنجا بایزد پرستی مشغول است"[1] اور تقریباً یہی عبارت آئینہ بخت نسخہ خطی رامپور میں بھی درج ہے اور محمد صالح بھی لکھتے ہیں "و ازاں باز باشارۂ آنحضرت مشار الیہ در آں جا اقامت نمودہ تا فرجام روزگار، تابستان در کشمیر و زمستان در لاہور بسر بردہ"[2] ظاہر ہے کہ حضرت میاں میر کی وفات ١٠٤٥ھ میں واقع ہوئی[3] تو اس لحاظ سے ملاشاہ بدخشی ١٠٤٥ھ سے بہت قبل کشمیر آئے ہیں اور یہاں آتے رہے ہیں۔

اوائل میں آپ کشمیر میں کوہ ماران کے دامن میں اقامت پذیر رہے، چنانچہ اس کی طرف خود اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

کوہ ماران بکمر لعل بدخشاں دارد　　　　این چنیں بخت کجا تخت سلیماں دارد

صاحب مرآۃ الخیال لکھتا ہے۔ "در کمر کوہ ماران کہ یکے از جبال نواحی کشمیر است و در برابر کوہے واقع شد کہ آں را تخت سلیمان گویند باغی در نہایت وسعت و تکلف بنا نہادہ"[4] ملاشاہ کے ایک ہم عصر عالم و عارف حضرت محمد مراد نقشبندی ان کے حالات میں

---

[1] بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم ص ٣٣٢، [2] عمل صالح حصہ سوم ص ٣٦٣،
[3] بادشاہ نامہ، عمل صالح وغیرہ میں میاں میر کا یہی سال وفات یعنی ١٠٤٥ھ درج ہے لیکن مولانا سید محمد میاں دیو بندی "علماء ہند کا شاندار ماضی" مکتبہ برہان جامع مسجد دہلی ص ٣٢٨ پر لکھتے ہیں ١٧ ربیع الاول بروز سہ شنبہ بعد نماز ظہر ١٠٤٥ھ ٨٨ سال کی عمر پاکر دفتر ہستی کو طے کر دیا۔ [4] مرآۃ الخیال ص ١٣٧ نیز ملاحظہ ہو ریاض الشعراء (نسخہ خطی در ذکر ملاشاہ)

لکھتے ہیں کہ "دامن کوہ ماران کشمیر را معبد و مسکن ساختہ تا آنکہ صیت شیخی و آوازۂ بزرگی ایشاں اشتہار یافتہ شاہزادہ دارا شاہ و بیگم بارادت آمدہ خدمت مالی و بدنی بسیار بکار بردند و تعمیر خانہ و خانقاہ سنگین و اماکن بمعروفہ بعمل آمدند" کوہ ماران اب قلعہ ہاری پربت سے مشہور ہے۔ اور یہیں حضرت شیخ حمزہ کشمیری کے روضۂ مطہرہ کے نزدیک خانقاہ سنگین و حمام و مسجد ملا شاہ اب تک موجود ہے جہاں اوائل میں ان کا قیام تھا۔ حمام کے دروازے کے اوپر اب تک تاریخ تعمیر "یک جائے وضو آمد و یک جائے نماز" پتھر پر کندہ کی ہوئی موجود ہے یہیں آپ کی ملاقات باشتیاق تمام کشمیر کے ایک مشہور و معتقد عالم و صوفی حضرت بابا نصیب الدین غازی سے ہوئی تھی جو حضرت شیخ حمزہ کے آستانۂ مبارکہ کی زیارت کے لیے تشریف لائے تھے اور اس ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت محمد مراد نقشبندی لکھتے ہیں "روزے کنارہ حوض علوی مردم شدہ بود، فرمودند سبب چیست، کسے گفت خدمت بابا نصیب بزیارت شیخ حمزہ تشریف آوردند، مکالمہ و مذاکرہ بمیان آمدہ اخوندی از بابا پرسیدند کہ ایں کثرت ضد و حد نیست، بابا فرمودند کہ وحدت در کثرت است"[۱]۔

کوہ ماران سری نگر کے دامن میں سکونت کے زمانے ہی میں آپ کے برادران آپ کی تلاش میں کشمیر پہونچے اور ان کے دوسرے عزیز و اقارب نے بھی کوہ ماران کے دامن (یعنی قلعہ ہاری پربت کے متصل ہی گرد و نواح) میں سکونت اختیار کی حضرت محمد مراد رقمطراز ہیں: "در اوائل سکونت بکوہ ماران برادران ایشان پرسان و جویان احوال ایشان بکشمیر رسیدند و اتفاقاً بخدمت ایشان آمدہ چوں نام بدخشاں وطن در آباء و اجداد

---

[۱] تحفۃ الفقراء خطی ذکر ملا شاہ بدخشانی نیز ملاحظہ ہو واقعات کشمیر مطبوعہ ص ۱۶۱، و تاریخ کشمیر مصنفہ ملا محمد خلیل مرجان پوری نسخہ خطی ریسرچ لائبریری سری نگر، [۲] ایضاً

بیان کردند فرمودند آں شاہ کہ الحال مرا ملا شاہ میگویند ۔ ۔ ۔ ۔ بعد ازیں دیگر خویشان و اقارب آمدہ در دامن ایں کوہ جا گرفتند[1]۔ اس زمانے میں ملا شاہ کی شہرت عام ہوئی تھی اور شاہجہاں بھی ان کے عقیدت مند ہو گئے تھے، چنانچہ بادشاہ نے ۱۰۵۹ھ میں ملا شاہ کے برادران اور خاندان کے دوسرے افراد جو بدخشاں سے ہندوستان آئے تھے کو انعام و اکرام سے نوازا اور کشمیر روانہ کیا جہاں وہ سکونت پذیر ہو گئے۔ محمد صالح لکھتا ہے "(۱۶ ماہ رجب ۱۰۵۹ھ) ۔ ۔ ۔ ملا سلطان علی و ملا سلطان محمد برادران ملا شاہ بدخشی کہ با قبیلہ خود از بدخشاں آمدہ بودند بانعام چہار ہزار روپیہ و ہشت لک روپیہ بطریق مدد معاش از صوبہ کشمیر کامیاب گشتہ رخصت کشمیر یافتند کہ با ملا شاہ بگزرانند[2]"

عارف باللہ ملا شاہ بدخشانی کشمیر میں قیام کے آخر حصہ میں سری نگر کے مشرق میں زبروَن کے پہاڑ پر واقع خانقاہ جو پری محل کے نام سے مشہور ہے[3] میں مقیم تھے، اس سے متعلق ایک مشہور و معروف چشمہ "چشمہ شاہی" کے نام سے واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ خانقاہ پہاڑ کے اوپر جھیل ڈل کے کنارے "کسب ماہ" کی ریاضت کے لئے تعمیر کی گئی تھی[4]۔ یہاں بلا امتیاز مذہب و ملت فقراء و صوفیاء ملا شاہ کے فیض صحبت سے مشرف ہوتے تھے۔ چنانچہ ملا شاہ کے ایک ہندو مرید جو ان کی خدمت

---

[1] تحفۃ الفقراء (خطی) ذکر ملا شاہ بدخشانی، نیز ملاحظہ ہو واقعات کشمیر مطبوعہ ص ۱۶۱ و تاریخ کشمیر مصنفہ ملا محمد خلیل مرجان پوری نسخہ خطی ریسرچ لائبریری سری نگر۔

[2] عمل صالح مطبوعہ لاہور ج ۳ ص ۹۹۔ [3] دارا شکوہ کی بیوی نادرہ بیگم پری محل کے نام سے مشہور تھی اسی کے نام پر دارا شکوہ نے یہ خانقاہ ملا شاہ کے لئے تعمیر کی (نگارستان کشمیر بحوالہ کشمیر ج ۲ ص ۲۵۱)۔ [4] کشمیر، ج ۲،

میں رہتے تھے، یہ شاعر بھی تھے اور ولی تخلص کرتے تھے صاحب دلبستان مذاہب ان کے بارے میں رقمطراز ہیں "در کشمیر بخدمت ملا شاہ بدخشی رسیدہ کامیاب شناخت گشت و بمقتضائے الصوفی لا مذہب لہ بقید ہیچ دین و آئین بازنہ بستہ باثبت و بتخانہ آشنا است از مسجد بیگانہ نیست"[1]۔

غرض حقائق آگاہ ملا شاہ کے ساتھ ہر خاص و عام کو عقیدت مندی تھی، اور ان کے در دولت پر علماء و صلحاء سبھی حاضر رہتے تھے، حکام وقت بھی ان سے فیضان حاصل کرتے تھے شاہنشاہ وقت شاہجہاں ان کے بڑے معتقد تھے، چنانچہ جب بھی شاہجہاں کشمیر تشریف لے آتے ضرور ملا شاہ کی ملاقات سے روحانی فیض حاصل کرتے، محمد صالح ۱۰۶۱ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں۔

"...... چہارم ایں ماہ (یعنی رجب ۱۰۶۱ھ) بادشاہ درویش نواز بمسجدے کہ از سرکار ملکۂ زمان بادشاہ زادہ جہاں بیگم صاحب برائے عبادت گاہ او بصرف چہل ہزار روپیہ عمارت اطرافش بجہت بودن فقراء در کمال صفا و پاکیزگی بمبلغ بست ہزار روپیہ صورت اتمام یافتہ بود، تشریف فرمودند، آں خلوت گزین زاویۂ تجرید بدولت مجالست رسید از سخنان بلند حقائق و معارف بہرہ وافی اندوخت"[2]۔ والہ داغستانی بھی لکھتے ہیں کہ "بعد ازاں ہر گاہ بسیر کشمیر میرفت مکرر از خدمت مولانا سعادت حاصل می کرد و پیوستہ غاشیۂ اطاعت و انقیادش بر دوش جان می کشید"[3]۔ ملا شاہ سے شاہجہاں کی عقیدت کا اندازہ اس بات سے ہوگا کہ شاہجہاں نے فرمایا" در ہندوستان دو شاہ اند یکے شاہ و دیگر ملا شاہ"[4]

---

[1] دلبستان مذاہب مطبوعہ نول کشور کانپور ۱۹۰۴ء ص ۱۷۵ [2] عمل صالح ج ۳ ص ۲۵
[3] ریاض الشعراء خطی ورق ۲۸۹ (الف) [4] مرآۃ الخیال ذکر ملا شاہ وغیرہ)

ملا شاہ بھی شاہجہان پر مہربان تھے ۱۰۵۵ھ میں جب شاہجہاں کشمیر میں تھا جشن وزن قمری خاتمہ سال پنجاہ وپنجم کی تقریب ربیع الثانی ۱۰۵۵ھ پر ملا شاہ نے شاہجہان کی تعریف میں یہ رباعی کہی :-

اے افضل بندہ فضل فضل تو بود ۔ فضلت خوش باد فضل فضل تو بود
چیزے کہ برابری تواند کردن ۔ درپلہ میزان عدل عدل تو بود[۱]

اسی طرح شاہی خاندان کے اکثر افراد اور دیگر ملازمین شاہی بھی ملا شاہ سے عقیدت رکھتے ہیں والہ داغستانی لکھتے ہیں :- "ہم چنیں خلف امجد شاہزادہ محمد داراشکوہ وصبیہ بادشاہ مذکور جہان آرا بیگم و باقی شہزادگان دخدمہ حرم فاطمہؓ مرید ومعتقدش گردیدند[۲]۔" داراشکوہ کو تو اپنے مرشد سے بے پناہ عقیدت تھی جس کا بخوبی اندازہ دارا کی تصانیف جیسے "سر اکبر" یا "رسالہ حق نما" میں ملا شاہ کے ذکر سے ہوتا ہے۔

کشمیر میں ملا شاہ باتجمل تمام زندگی بسر کرتے تھے۔ شاہجہاں ملاقات کے لئے آئے آپ عصا ہاتھ میں لے کر باغ کی سیر کے لئے نکلے اور بادشاہ سے کھڑے کھڑے ملاقات ہوئی۔[۳]

ملا شاہ ریاضت، مجاہدہ اور ترک دنیا میں حضرت میاں میر کے تمام مریدوں میں سب سے ممتاز تھے، تجرد و تفرد میں ساری عمر گذار دی، اور اپنے مرشد کی طرح ہی بقید ازدواج نہیں آئے۔ حبس نفس میں یہ کمال تھا کہ داراشکوہ لکھتے ہیں :- "اما مرشد ایں فقیر حضرت اخوند مولانائے شاہ ـــــ بمرتبہ رسانیدہ بودند کہ بعد

---

۱ بادشاہ نامہ، عبدالحمید لاہوری جلد دوم حصہ اول ص ۴۴۴، عمل صالح ج ۲ ص ۳۲۸ وغیرہ۔ ۲ ریاض الشعراء نسخہ خطی سرینگر ۲۸۹ الف، ۳ مرآۃ الخیال ذکر ملا شاہ

از ادائے نماز عشا حبس می فرمودند و وقت نماز بامداد خواہی شب من دم در از خواہی کوتاہ نفس رامی گذاشتند تا مدت پانزدہ سال حال بدیں منوال بود تا اثر ایں شغل فتح الغظم عظمیٰ روئے نمود" وہ آگے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "و در وصال و رہائے دولت حقیقی کشود. یکے از فوائد ایں اشتغال آنست کہ خواب تمام و کمال دور می شود چنانچہ سی سال است کہ حضرت آخوند خواب نہ فرمودہ اند"[1] علوم ظاہری میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے اور شعر و سخن سے بھی شوق تھا۔[2] شیخ مراد ان کے بارے میں لکھتے ہیں "۔۔تا تحمل را نخواستہ امراء و فضلائے عصر و بعض مشائخ در خدمت ایشاں اکثر میرسیدند طبع موزون داشتہ و گفتار وحدت را در کثرت یافتہ قریب لک بیت لطیف در بیان حقائق و معارف تصنیف نمودہ۔[3]

وہ نظم و نثر میں یگانہ روزگار تھے۔ ان کا کلام تصوف و عرفان کے حقائق و معارف سے بریز ہے آپ متعدد تصانیف کے مالک ہیں جن میں سے چند ایک مندرج ذیل ہیں

ان کی مثنویات میں اولین مثنوی "رسالہ بسم اللہ" مخزن اسرار، شیخ نظامی گنجوی کے وزن پر ہے نثری عبارت کے بعد اس میں کل ملا کر تین ہزار بارہ بیت ہیں۔ اس کے بعد رسالہ حمد و نعت و منقبت" شاہنامہ کے وزن پر ہے۔ جس میں نثری عبارت کے بعد تین ہزار چھ سو چھپن (۳۶۵۶) بیت ہیں۔ پھر یوسف زلیخا اور رسالہ دیوانہ، لکھی گئی ہیں۔ اور یہ دونوں شیخ نظامی کی خسرو شیریں کے وزن پر ہیں۔ نثر کے علاوہ یہ پانچ ہزار سات سو ستائیس ابیات پر مشتمل ہیں۔ پھر "رسالہ ولولہ" تحفتہ العراقین کے وزن پر ہے اور یہ ایک ہزار پانچ سو چھ ابیات پر مشتمل ہے

---

[1] رسالہ حق نما۔ نیز ملاحظہ ہو علمائے ہند کا شاندار ماضی (ذکر ملا شاہ) [2] علمائے ہند کا شاندار ماضی، [3] کلیات مولانا شاہ نسخہ خطی رامپور۔

پھر "رسالہ ہوش" "رسالہ تعریفات باغات" لکھے ہیں ان کی ابیات کی تعداد دو ہزار آٹھ سو باسٹھ ہے اس میں بھی نثری تمہید ہے۔ اس کے بعد "رسالہ نسبت و رسالہ شاہیہ" حدیقہ کے وزن پر ہیں اور ان کی کل تعداد ابیات دس ہزار تین سو چھہتر ابیات ہیں۔
مثنویات کے علاوہ ان کے آثار میں قصائد، غزلیات، رباعیات، شرح رباعیات اور مکتوبات بھی ہیں۔ انہوں نے منظوم تاریخیں بھی لکھی ہیں[1]۔

ملا شاہ مسئلۂ وحدت الوجود کے قائل تھے وہ اسی مسلک کے پیشواؤں میں شمار ہوتے ہیں چنانچہ ان کے کلام سے سراسر توحید کا رنگ جھلکتا ہے۔ ان کے درج ذیل منتخب کلام سے ان کے عقیدہ اور مسلک پر روشنی پڑتی ہے ؎

همو ست ظاهر و باطن تمام خانہ خراب — نگر زماست سخن باز ایزد جبار[2]
چه نحن اقرب من حبل در تلاوت تست — ز خویش دور تو ئی ساده یا توئی مکار
چرا عقیده بصوفیت نیست صوفی کیست — محمد عربی نور دیدهٔ اخیار

ربا عی

اے طالب ذات از چه رو در بدری — جویای خدا چرا از خود بی خبری[3]
عین همه و جملگی عین تو اند — این است حقیقت از بخود درنگری

یہ رباعی ملاحظہ ہو جو ملا شاہ نے اپنے معاصر شاعر ابو طالب کلیم کے نام لکھی ہے۔

؎ طالب ذرہ در آ مرد رہ شو — طالب ہستی و طالب اللہ شو
دانم کہ کلیمی نہ کلیم اللّٰہی — با مالک کلام شو کلیم اللہ شو[4]

---

[1] دیوان ملا شاہ بدخشی ص ۱۵۲ [2] بحوالہ مرآۃ الخیال ذکر ملا شاہ۔ [3] ایضاً
[4] مصنفات ملا شاہ ۲۲۳ ب۔ بحوالہ دیوان محسنی فانی۔

ملا شاہ نے کشمیر میں قیام کے دوران دیگر تصنیفات کے علاوہ کلام اللہ کی تفسیر بھی صوفیانہ زبان میں شروع کی تھی اور اس تفسیر کی بنیاد مطلق[1] تاویلات پر رکھی تھی چنانچہ شبیر علی خاں لودھی لکھتے ہیں :-

ملا در زمان اقامت کشمیر تفسیر قرآن بزبان اہل تصوف شروع نمودہ بود مدار آن را مطلقاً بر تاویل گذاشتہ لیکن وہ صرف ایک پارہ کی تفسیر لکھ سکے

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ملا شاہ نظریہ وحدت الوجود کا خاص مسلک رکھتے تھے اور ہمہ اوست کے قائل تھے۔ ان کے کلام میں شرکت آمیز توحیدی مسئلوں اور نکتوں کی وجہ سے علماء وقت نے ان کے خلاف ان کی تلبیس آمیز تعبیرات پر صدائے احتجاج بلند کی چنانچہ ان کے ایک شعر پر ان پر الحاد و کفر و زندقہ کا فتویٰ صادر کر کے محاسبہ کیا گیا۔ شعر اس طرح ہے ؎

پنجہ در پنجۂ خدا دارم
من چہ پروای مصطفیٰ دارم

(نقل کفر کفر نہ باشد)

جب ان سے اس بارے میں استکشاف کیا گیا اور پوچھا گیا کہ کیا یہ شعر آپ کا ہے ملا نے کہا ! ازیں بیت بوی شرک می آید چہ صاحب ایں شعر در خود خدا و مصطفیٰ تفریق کردہ و ایں در مذہب من شرک ست[2] والہ داغستانی لکھتے کہ یہ جواب سن کر شاہجہاں کا ذہن از وہم و شک بہ زنگ آلود صیقل عرفاں سے صاف ہوا[3] مولانا کے اس جواب کو علماء نے ملا کے دعویٰ الوہیت اور نبوت سے تعبیر کیا چنانچہ

---

[1] مراۃ الخیال (ذکر ملا شاہ) نیز ملاحظہ ہو تذکروں میں ملا شاہ کی عجیب و غریب تفسیر آیت خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ (ذ) [2] ریاض الشعراء نسخہ خطی ریسرچ لائبریری ورق ۲۰۹ الف نیز ملاحظہ ہو تکملۃ الشعراء (خطی) نادر نسخہ رامپور
[3] ایضاً۔

ملا کو واجب التعزیر جان کر چند روز ان کے مکان پر احتجاجاً گئے۔ لیکن ان کے حضور میں جا کر آتش قہر کی تاب نہ لا سکے اور واپس نادم ہو کر بھاگے۔[۱] لیکن بقول ڈاکٹر شیخ محمد اکرام دارا شکوہ کی سفارش پر جب ملا کی اس وارستہ گوئی کے ضمن میں حضرت میاں میر سے استصواب کیا گیا انہوں نے فرمایا کہ احوال کے تابع ملا شاہ ایسی باتیں کہہ جاتا ہے جن سے پرہیز واجب ہے لیکن اسے ان کی بنا پر قتل کرنا نامناسب اور ناموزوں ہوگا بادشاہ نے یہ مشورہ قبول کر لیا۔[۲]

الغرض ۱۰۶۹ھ میں جب اورنگ زیب تخت نشین ہوا دارا شکوہ کے مخالفوں اور چند ارباب عناد کی کوشش سے اورنگ زیب کے حکم سے دار الخلافہ حاضر ہونے کے لئے حکم دیا گیا۔ بقول صاحب مرآۃ الخیال رستے میں ملا شاہ نے بادشاہ کی تخت نشینی پر ایک رباعی لکھ کر دہلی بھیجدی، اورنگ زیب نے رباعی دیکھ کر اپنا حکم منسوخ کر دیا اور ملا شاہ کو لاہور میں رہنے کا حکم دیا۔[۳] تاریخ جلوس کی یہ رباعی اس طرح ہے

صبحی دل من چوں گل خورشید شگفت حق ظاہر شد غبار باطل را رُفت
تاریخ جلوس شاہ اورنگ زیب را ظل الحق گفت الحق ایں را حق گفت
۱۰۶۹ھ

صاحب مرآۃ الخیال لکھتا ہے کہ اگر رباعی کو بغور پڑھا جائے۔ ملا شاہ نے اس میں صرف اپنی ہی تعریفیں کی ہیں۔ اور اورنگ زیب کو یوں ہی خوش کر دیا ہے۔

اس کے بعد ملا شاہ چند سال بحالت غربت لاہور میں ہی زندگی بسر کرتے رہے ان کے معاصر و معتقد ایک عالم و فاضل صوفی مشرب شیخ مراد نقش بندی لکھتے ہیں:۔

---

[۱] سکینۃ الشعراء نسخہ خطی رامپور ورق ۲۷۸ الف [۲] رود کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۴۳۹ [۳] مرآۃ الخیال ۱۲۷ نیز ملاحظہ ہو ریاض الشعراء وغیرہ

بلاہور رسیدہ در آنجا چند سال زیستہ ایام بغربت بسر بردہ در خوف و رجا می گذرانیدہ می فرمودند الحمد للہ اول و آخر من بغربت گذشت و می گذرد[1] آخر ایک روز وہ پالکی میں بیٹھ کر اپنے مرشد کے مزار پر گئے جہاں اپنی قبر کے لئے زمین خرید کی ،اور لاہور کے دو مشہور بزرگوں کو اپنی تجہیز و تکفین انجام دینے کے لئے وصیت فرمائی ۔ ان کی کرامت اور آخری وقت کے بارے میں شیخ مراد نقشبندی حضرت ملا محترم جو ملا کی تجہیز و تکفین میں شامل تھے سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں (ملا محترم) در اثنائے صحبت نقل فرمودند کہ اخوند ملا شاہ شب وفات خود در واقعہ من آمد و گفت کہ اے فلاں من امشب بدار البقا رشتابم برائے غسل و تکفین و تجہیز من حاضر شود بنماز جنازہ من بخواں علی الصباح رفتم ہنوز خادمان از رحلت ایشاں مطلع نشدہ بودند کہ حافظ اسماعیل کہ از خدا پرستان مشہور بود رسید و بیان کرد کہ اخوند شب در واقعہ من آمدہ گفت کہ آب بدست خود گرم کن و غسل بمن دہید ہر دو کس چناں کردیم چوں بنماز جنازہ حاضر شدیم ازدحام مردم و حضور ملائکہ بسیار شدہ[2]

اپنے نزع کے وقت خود اپنی تاریخ وفات کہی جو اس طرح ہے[3] ؎

داد در توحید ملا شاہ جاں
۱۰۷۱

---

[1] تحفۃ الفقراء خطی [2] تحفۃ الفقراء نسخہ خطی سری نگر ذکر ملا شاہ ۔

[3] ایضاً لیکن خزینۃ الاصفیاء ج اوّل ص ۱۶۳ اور علماء ہند کا شاندار ماضی میں ملا شاہ کا سال وفات ۱۰۶۹ھ اور تذکرۃ الشعراء علاء الدولہ میں ۱۰۷۲ھ درج ہے تذکرۃ الشعراء علاء الدولہ میں ان کا مدفن کشمیر لکھا ہے جو غلط ہے ریاض الشعراء اور عمل صالح و مہر و مردم شمارہ صد و سیزدہم ص ۸۰ میں ان کا سال وفات ۱۰۷۲ھ دیا ہے

ان کے یاران صاحب معنی میں ملا مسکین مغل و شاہ گدا و ملا عبدالغنی دیوانے خواجہ حسن بیچ، قاضی عبدالرحیم اور محمد طاہر المفتی وغیرہ شامل تھے [۱]

ملا شاہ قادری مرجع خاص و عام ہونے کے باوجود فقراء کی مصاحبت میں جایا کرتے تھے اور صاحبان معنیٰ سے ضرور کسب فیض کرتے تھے، ایک روز کشمیر میں بابا علی (م ۱۰۵۹) نامی ایک فقیر کی ملاقات کے لئے گئے ان کے بوریا پر بیٹھے بابا علی فارسی میں بات نہیں کر سکتے تھے چنانچہ ملا شاہ یہ کہہ کر چلے آئے کہ یہاں بوریا کے سوا کچھ نہیں ہے [۲]

اگرچہ ملا شاہ نے آخری ایام بحالت غربت اور کنج انزوا میں گذارے۔ لیکن لگتا ہے کہ اورنگ زیب کو ضرور ان کا احترام ملحوظ نظر تھا ان کا کلام اورنگزیب کو پسندیدہ تھا اور اس کے زیر مطالعہ رہتا تھا [۳] چنانچہ جب اورنگزیب [۴] سنہ ۱۰۷۶ھ میں کشمیر تین مہینے کے لئے آیا تو وہ ملا شاہ کے مقامات رہائش کو بھی دیکھنے گیا اور دوران گفتگو اس نے ان کے منظومات کو سراہا اور ان کی درج ذیل رباعی اپنی بیاض میں نقل کی ہے

اے بند بپائے عقل بر دل ہشدار ... ایں راہ روانست بمنزل ہشدار
عزم سفر مغرب مرو در مشرق ... ایں رو انست بمنزل ہشدار

ملا شاہ کے خاندان کے افراد نے کشمیر میں سکونت اختیار کی تھی جن میں اکثر علمی اور شعری صلاحیت بھی رکھتے تھے۔ فارغ محمود ملا شاہ کے بھتیجے تھے اور کشمیر میں سکونت پذیر تھے وہ بھی مشہور شاعر تھے ان کا نمونہ کلام یہ ہے [۵]

شیریں کنم از وصف لب یاد دہاں را ... لیمن بشکر آب دہم تیغ زباں را۔
چشماں تو کرد از نگہ گرم کبابم ... میلی بحجاب است بلے جادہ کشاں را

---

[۱] تحفۃ الفقرا خطی ذکر ملا شاہ، [۲] خزینۃ الاصفیا ص ۹۸۳

[۳] (عالمگیر کا ذوق شاعری) بزم تیموریہ [۴] آئینہ بخت نسخہ خطی رامپور ص ۴۲۵